امام شوکانیؒ

سنہ ۱۱۷۳ھ تا ۱۲۵۰ھ

تحریر۔ عبدالرشید صاحب عراقی سوہدرہ

پیدائش امام شوکانی کا نام محمد، کنیت ابو علی ہے، آپ کے والد کا نام علی بن عبداللہ ہے جو اپنے وقت کے ایک جید عالم تھے اور اس کے ساتھ عہدہ قضاء پر بھی چالیس سال تک متمکن رہے۔ امام شوکانی یمن کے شہر صنعاء کے مضافات میں شوکان نامی گاؤں میں ۸ ذی قعدہ سنہ ۱۱۷۳ھ کو پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم میں عام دستور کے مطابق پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد جملہ علوم و فنون تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، لغت، منطق، صرف و نحو، اور فقہ زیدیہ اکابر اساتذہ سے پڑھیں اور ہر علم نہایت محنت اور محققانہ انداز سے پڑھا۔ خود فرماتے ہیں۔

"قرأة بحث و اتقان و تحریر و تقریر" (البدر الطالع ج ۱ ص ۹۷)

یعنی خوب تحقیق و تنقید سے پڑھیں۔

فقہ زیدیہ کی تعلیم خوب تحقیق سے حاصل کی۔ اور اس سلسلہ میں ۱۳ سال تک یمن میں زیدیہ کے ایک ممتاز عالم علامہ احمد بن محمد الحرازی (م سنہ ۱۲۲۷ھ) کی خدمت میں رہے۔ اور ان سے خوب استفادہ کیا۔

اساتذہ کرام امام شوکانی نے جملہ علوم و فنون کی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے وطن ہی میں آپ کے لئے قابل اساتذہ کا انتظام فرما دیا تھا۔ امام صاحب نے اپنے اساتذہ کا تذکرہ اپنی مشہور کتاب البدر الطالع میں کیا ہے تاہم آپ کے چند مشہور اساتذہ یہ ہیں۔

قاضی علی بن عبداللہ (م سنہ ۱۲۱۱ھ) (آپ کے والد محترم) علامہ احمد بن محمد حرازی (م سنہ ۱۲۲۷ھ)

علامہ عبدالقادر بن احمد (م سنہ ۱۲۰۷ھ) علامہ عبداللہ بن حسن (م سنہ ۱۲۱۰ھ)

امام صاحب نہایت ذہین و فطین تھے۔ دوران تعلیم افتاء کا کام بھی کرتے تھے۔ البدر الطالع میں لکھتے ہیں کہ ۲۰ سال کی عمر تھی جب میں نے فتویٰ نویسی شروع کی (ج ۲ ص ۲۱۹) بچپن کی محنت و انہماک اور اساتذہ کی صحبت سے حضرت امام نے جملہ علوم و فنون خاص کر علم حدیث و فقہ میں مہارت تامہ حاصل کر لی۔ اور اسی دور میں آپ نے تقلیدی بندھنوں سے چھٹکارا حاصل کر کے براہ راست کتاب و سنت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ اور اسی دوران آپ نے اپنی مشہور کتاب نیل الاوطار لکھی۔

نیل الاوطار کی تالیف | نیل الاوطار امام مجد الدین عبد السلام ابن تیمیہ (م ۶۵۲ھ) کی کتاب منتقی الاخبار کی ایک بہترین شرح ہے۔ منتقی الاخبار کتب حدیث میں اپنی طرز کی واحد کتاب ہے۔ اس میں اتنا مواد جمع کر دیا گیا ہے کہ دوسری کتاب میں اس انداز سے موجود نہیں۔ بالخصوص مسائل کے دلائل اس قدر جمع کر دیئے گئے ہیں کہ شاید عمریں صرف ہو جانے کے بعد بھی اتنے دلائل جمع کرنے میں کامیابی مشکل ہوتی۔ یہ کتاب اس سلسلہ میں علماء کا مرجع ہے۔

امام شوکانی نے اس کی شرح نیل الاوطار من اسرار منتقی الاخبار کے نام سے لکھی۔ یہ شرح فن جرح و تعدیل اور روایت و درایت کے لحاظ سے اپنے عہد کی اعلیٰ تصنیف ہے۔ جب امام صاحب نے یہ شرح لکھی اس وقت آپ ۳۷ برس کے تھے۔ اس کتاب کی تصنیف میں آپ اپنے اساتذہ حدیث سے بھی مشورہ کرتے تھے۔ امام صاحب نے یہ شرح طویل لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اپنے استاد علامہ عبد القادر بن احمد کوکبانی (م ۱۲۰۷ھ) کے مشورہ پر اس کو مختصر کر دیا۔ جو اس وقت ۸ جلدوں میں ہے۔ یہ کتاب اہل علم میں مقبول ہے اور متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ اور امام صاحب کو یہ کتاب اپنی تمام تصانیف میں سب سے زیادہ پسند تھی۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا محمد داؤد راغب رحمانی (م ۱۹۸۰ء) نے کیا ہے جو ابھی تک غیر مطبوع ہے۔ جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم اور محقق مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف حفظہ اللہ تعالیٰ اس کوشش میں ہیں کہ یہ ترجمہ طبع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو اپنے مشن میں کامیاب اور کامران فرمائے۔

عہدہ قضاء پر | تحصیل تعلیم کے بعد ۱۲۰۹ھ میں حاکم یمن منصور باللہ علی بن عباس نے آپ کو یمن کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ حضرت امام اس کے لئے تیار نہ تھے مگر حاکم یمن کے اصرار پر آپ نے یہ عہدہ قبول فرما لیا۔ اس لئے کہ حاکم یمن آپ کی بہت قدر کرتا تھا اور آپ کے علم و فضل کا معترف تھا۔ اور جب آپ سے ملتا نہایت عزت و تکریم سے پیش آتا۔ محی السنۃ والاجلہ حضرت مولانا سید نواب صدیق حسن قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں۔

وحاکم آنجا در تعظیم و اجلال مبالغہ کرد۔ در ہر باب امر و نہی مقتدیٔ او بود، مجال نداشت کہ سر موئے او در فصل خصومات و دیگر مہمات ملک و مال تجاوز کند وے گفت آنقدر خوف کہ مرا از دو کس مے آید از ہیچ کس نیست یکے او تعالیٰ دوم شوکانی

(اتحاف النبلاء ص ۴۰۹)

یمن کا حاکم شوکانی کی بیحد عزت کرتا ہے اوامر و نواہی کے معاملات میں انہی کے مشوروں کا پیرو ہے ملکی مہمات اور شرعی فیصلوں میں کیا مجال کہ شوکانی کے مخالف چلے کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے بعد صرف شوکانی کا ڈر ہے۔

امام شوکانی پورے ۴۰ سال تک یعنی اپنی وفات ۱۲۵۰ھ تک عہدہ قضاء پر متمکن رہے اور اس ۴۰ سالہ دور میں یمن کے تین حاکم ہوئے۔ یعنی ۱۲۲۴ھ تک منصور باللہ اور ۱۲۲۴ھ تا ۱۲۳۱ھ متوکل بن منصور باللہ اور ۱۲۳۱ھ تا ۱۲۵۰ھ تک عبداللہ بن متوکل۔ اتنا عرصہ عہدہ قضاء پر متمکن رہنا امام صاحب کے تدبر معاملہ فہمی اور حسن کارکردگی کی ایک روشن دلیل ہے۔

مسلک | یمن کا علاقہ توحید و سنت کی سامعہ نواز صداؤں سے اگرچہ ناآشنا نہ تھا۔ تاہم فقہ زیدی کا بہت اثر تھا۔ اور یمن کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا۔ امام صاحب نے فقہ زیدی کی تعلیم ۱۳ سال تک حاصل کی تھی۔ اور اس میں بہت انہماک پیدا کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ حدیث، فقہ الحدیث کی تعلیم آپ نے علامہ احمد بن اسماعیل (م ۱۲۱۱ھ) سے حاصل کی تھی۔ اور حدیث میں بھی آپ نے بہت محنت کی تھی۔ اس وجہ سے کتاب و سنت میں خوب تحقیق کی۔ بہم کیا تھا۔ تقلید کے بندھنوں سے آزاد ہو گئے۔ ہر مسئلہ کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں ہونے لگا۔ اور ہر مسئلہ پر مجتہدانہ بحث ہونے لگی جو مسائل پہلے فقہ زیدی کی روشنی میں حل ہوتے تھے۔ اب وہ کتاب و سنت کی روشنی میں حل ہونے لگے۔ آپ نے اپنی تحقیق کی بنیاد مسلک اہلحدیث پر رکھی اور اپنے استدلال کی بنیاد براہ راست کتاب و سنت سے حاصل کی۔ گروہ بندی پر سخت تنقید کی۔

البدر الطالع میں لکھتے ہیں:۔

> انهم ليسوا لبعض هذه المذاهب الاسلاميه على التعيين بل هم من تمسك بالشريعة المطهرة واهتدى بهدى المصطفى صلى الله عليه وسلم على اى مذهب كان وفى اى عصر وجد. ثم رد على من زعم انهم فرقتها كما وقع لكثير من التعصبين انتهى - (ج ۱ ص ۸۳)

گروہ بندی کے لحاظ سے کوئی فرقہ بھی اسلامی فرقوں میں نجات یافتہ نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص بھی شریعت کا متبع اور اسوہ محمدی کا پابند ہے وہ ناجی ہے جس فرقہ کا بھی ہو۔ اور جس زمانہ کا ہو جو لوگ اپنے ہی فرقہ کو ناجی سمجھتے ہیں۔ وہ متعصب ہیں۔

امام صاحب تقلید کے معاملہ میں بہت منصف تھے ہر مسئلہ پر آپ کا تبصرہ منصفانہ ہوتا تھا کسی طرح کی مذہبی جانبداری نہ ہوتی تھی۔

حضرت محی السنہ مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں

> كلامه مع الجميع من اهل المذاهب سواء بسواء (ابجد العلوم ص ۸۷۹)

سب مذاہب سے ایک سا سلوک کرتے ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی حنفی (م ۱۹۴۴ء) لکھتے ہیں

> انه عالم منصف مجتهد فى الفروع والاصول

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۴۹)

شوکانی انصاف پسند اور مجتہد کامل ہیں:۔

ائمہ اربعہ کے مسائل سے جہاں اختلاف کیا ہے۔ دلائل سے کیا ہے اور ان میں امام شوکانیؒ منفرد نہیں ہیں متقدمین علمائے کرام کی تائید بھی ہے جیسا کہ حضرت نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

شوکانیؒ باآنکہ رتبہ اجتہاد داشت در کتب مؤلفہ خود ہیچ جا از دائرہ مذاہب اربعہ بیرون نہ فتہ الا ماشاء اللہ تعالیٰ دراں خلاف جماعتے از سلف و اکابر اہل حدیث ہمراہ اوست

(اتحاف النبلاء ص ۴۱۲)

مجتہد ہونے کے باوجود علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ مذاہب اربعہ سے باہر نہیں جاتے۔ کہیں جہاں مخالفت کی ہے۔ وہاں دلائل کی بنیاد پر کی ہے۔ پھر وہ ان مسائل میں منفرد (تنہا) بھی نہیں ہیں۔

تصوف سے تعلق امام شوکانی رحمۃ اللہ کو تصوف و سلوک سے بھی شغف تھا مگر بعد میں آپ کا یہ شغف کم ہو گیا۔ شروع میں اتحادی صوفیوں کی کلی تکفیر کے قائل تھے بعد میں اس سے رجوع کر لیا۔ مسئلہ تکفیر میں آپ نے ایک عالمانہ اور نفیس تقریر بھی فرمائی۔ حضرت نواب صاحب مرحوم نے یہ تقریر اپنی کتاب "در التاج المکلل" میں نقل کی ہے اور یہ تقریر نقل کرنے کے بعد حضرت والا جاہ فرماتے ہیں

این تحریر است کہ انصاف را بران ناز فخر است

(حاشیہ ص ۲۷۸)

یہ ایسی تحریر ہے کہ اس پر انصاف کو بھی فخر ہے

ابتلاء و محن حق و باطل کی کشمکش کا معاملہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ تابعین۔ تبع تابعین، ائمہ کرام محدثین عظام کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ چنانچہ امام شوکانیؒ کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آیا۔ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف مدظلہ العالی لکھتے ہیں:۔

"حق و باطل کی کشمکش کا معاملہ جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ ہمارے امام صاحب کے زمانہ میں بھی پیش آیا۔ جونہی امام نے فقہاء کے جمود اور ان کے تقلیدی طلسم کو توڑا۔ اور براہ راست کتاب و سنت پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی۔ فقہاء کا ایک خاص گروہ آپ پر ٹوٹ پڑا اور اس مخالفت کا شرمناک پہلو یہ ہے کہ امام صاحب نے ایک رسالہ ارشاد الغبی الی مذہب اہل البیت فی صحب النبی تالیف فرمایا۔ جس سے علم زیدیہ اور شیعہ تو مشتعل ہوئے ہی تھے زیدی فقہاء نے بھی اودھم مچایا۔ اور اس رسالے کی تردید شروع کر دی۔ اور امام پر سب و شتم اور بہتان طرازی کی گولہ باری کی۔ حالانکہ اس رسالہ میں کسی پر سب و شتم

نہیں تھی۔ صرف صحابہ کے فضائل تھے۔ وہ تو خوش قسمتی کہیے۔ کہ امام صاحب کا رسوخ شاہی دربار میں کافی تھا۔ اور ویسے بھی امام صاحب اپنی خاندانی وجاہت اور علمی وقار کے باعث کافی باہیبت تھے۔ اس بناپر کھل کر سامنے آنے کی بہت کم لوگوں کو ہمت ہوئی گمنام ہی تیر چلاتے رہے۔ الغرض کچھ دن خوب گرما گرم بحث رہی۔ ہر کہ ومہ میں اس کا چرچا تھا بعض وابستگانِ حکومت نے اس فتنہ کو ہوا دی۔ اگرچہ امام صاحب کے بعض طرفدار علماء نے بھی امام کی طرف سے دفاع کیا۔ لیکن اس ہنگامہ کا ایک عبرتناک پہلو یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے بعض اساتذہ اور گہرے دوست بلکہ ہم سبق دوست بھی اس سے اپنا دامن نہ بچا سکے۔ اور محض اس وجہ سے امام صاحب کے مخالف محاذ میں شامل ہونے پر مجبور ہو گئے۔ کہ مخالفت کا اعلان نہ کرنے پر امام کی موافقت کا دھبہ آتا تھا گو آخرالذکر کو امام صاحب سے معذرت بھی کرنی پڑی۔ یہ دشواری ایسے رسالہ پر تھی جس میں صرف صحابہ کے مناقب اور ان کو سب وشتم کے گناہ ہونے کا ذکر تھا۔ نفس زیدی مسلک پر کچھ ردّوکد نہ تھی۔

فقہاء نے لڑکیوں کو ورثہ نہ دینے کے لئے کچھ حیلے گھڑ رکھے تھے۔ اس پر امام صاحب نے تنقید کی تو بعض فقہاء بلبلا اٹھے ———— بڑا فتنہ اٹھانے کی ٹھان لی آخر حق منصور ہوا ———— فرقہ ناجیہ کے متعلق ایک تحریر دیکھ کر شوکانیؒ کے ایک شاگرد (جس نے ۱۰ سال تک امام کی خدمت کی تھی) فتنہ بپا کرنے کی کوشش کی ———— فقہ زیدیہ کی سب سے زیادہ مقبول کتاب الازہار فی فقہ الائمۃ الاطہار؎ ہے امام صاحب نے اس پر تنقیدی شرح لکھی۔ تو مقلدین نے پھر شور مچایا۔ محض اس واہمہ کی بنا پر کہ امام صاحب اہل بیت کا مذہب ختم کرنا چاہتے ہیں۔

(امام شوکانیؒ ص ۳۲ تا ۳۴)

امام صاحب کے اس ابتلاء کے بارے میں محی السنۃ والاجاہ حضرت مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں

بارہا بصورت بلوہ برآمدہ خانہ او را محاصرہ کردند، چوں وے یکبار از خانہ برآمد ہمہ بگریختند (اتحاف النبلاء ص ۴۰۹)

کئی دفعہ بلوائیوں نے امام صاحب کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اگرچہ ہیبت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ آپ گھر سے باہر نکلے تو سب بھاگ گئے

دوسری کتاب میں حضرت نواب صاحب لکھتے ہیں۔

ایذا ہا دادند و تکلیفہا رسانیدند، لیکن حق تعالیٰ بفحوائے وکان حقاً علینا نصر المومنین رتبہ او روز افزوں فرمود۔

(دلیل الطالب ص ۶۰)

زیدیوں نے تکلیفیں پہنچانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ لیکن آخر حق کو فتح اور سنت کو کامرانی نصیب ہوئی۔

امام شوکانی پر فقہ زیدی کا پیرو ہونے کا الزام | امام شوکانی اپنے تبحر علمی، مجتہدانہ بصیرت استقلال فکر ایسے اوصاف جن کی وجہ سے وہ عالم اسلام میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور امام صاحب پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ زیدی المسلک تھے۔ حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حالانکہ امام صاحب نے فقہ زیدی پر کھل کر تنقید کی ہے۔ زیدیوں میں دو کتابیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں ایک اصول میں دوسری فروع میں۔ اصول کی کتاب شفاء الدوام تھی جو اعظم کتب زیدیہ تھی۔ امام صاحب نے اس پر ایک ناقدانہ حاشیہ لکھا۔ اور بقول حضرت والاجاہ۔

علامہ شوکانی این اصول را از اصل برکند (دلیل الطالب ص۵۹)

کہ اس اصل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

اس کے بعد فروع پر توجہ فرمائی۔ اور حدائق الازہار پر السیل الجرار لکھدی جو زیدیت پر کڑی تنقید تھی۔ حضرت نے اپنی دوسری تصانیف میں بھی فرقہ زیدیہ پر کڑی تنقید کی ہے ایسے حالات میں امام صاحب کو فقہ زیدی کا پیرو ظاہر کرنا بہت بڑی جسارت ہے بقول حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب جس نے زیدی قلعہ میں مسلک حدیث کی اشاعت کی۔ اس کو فقہ زیدی کا پیرو کہنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

الزام کا جواب | حضرت امام صاحب نے اپنی کتاب ادب الطلب میں ایک نصاب تجویز فرمایا ہے۔ جس میں دوسرے علوم کی کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد علم تفسیر میں تفسیر کشاف، تفسیر اتقان وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

اعلم ان اعظم العلوم فائدة واكثرها نفعا واجلها خطرا هو علم السنة المطهرة فانه الذى تكفل ببيان القرآن المجيد ينبغى للطالب ان يقبل على سماع جامع الاصول والمشارق وكنز العمال والمنتقى لابن تيميه وبلوغ المرام والعمدة ونحوها مما جمع فيها المتون ثم يسمع الكتب التى فيها الاسانيد كالامهات الكتب ومسند احمد وصحيح ابن خزيمة وابن حبان الجارود وسنن البيهقى والدارقطنى فاذا قضى وطره من سماع الكتب والمتن والاسناد واشتغل بشئ و حواسماعا ومطالعة ويستكثر

من النظر فی مؤلفات علم الجرح والتعدیل، مثل النبلاء وتاریخ الاسلام و تذکرۃ الحفاظ والمیزان وتھذیب الکمال وھذا بعد ان یشتغل بشئ من علم اصطلاح اھل الحدیث کمؤلفات ابن الصلاح والالفیہ للعراقی او شروحھا

(ادب الطلب ص ۱۵)

یہ جان لو سب سے پہلے ضروری علم سنت کا علم ہے کیونکہ قرآن حکیم کی عملی تفسیر ہے تھوڑی بہت نحو کے بعد مسنون حدیث ۔ مشارق الانوار، جامع الاصول، کنز العمال، منتقی الاخبار بلوغ المرام، عمدۃ الاحکام، پر توجہ کرنی چاہیئے۔ پھر صحاح ستہ، مسند احمد صحیح ابن خزیمہ ابن حبان، منتقی ابن جارود، سنن بیہقی، سنن دارقطنی۔ طالبعلم پڑھے، پھر کتب جرح وتعدیل، سیر ورجال، تذکرہ الحفاظ، میزان الاعتدال، تہذیب الکمال سیر النبلاء وغیرہ کتب کا مطالعہ جاری رکھے، اصول حدیث کی کتابوں مثلاً مقدمہ ابن الصلاح الفیہ عراقی مع شروح پر عبور حاصل کرے۔

فقہ کی تعلیم میں امام ابن المنذر، ابن قدامہ ابن حزم اور امام ابن تیمیہ کی تصانیف پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:۔

انہ لاینبغی للعالم ان یدین بغیر ما دان بہ السلف الصالح من الصحابۃ والتابعین وتابعیھم من الوقوف عند ما تقتضیہ ادلۃ الکتاب والسنۃ (ادب الطلب ص ۱۴)

پس صحابہ، تابعین کا طریقہ استدلال قابل اتحاد و استناد ہے اسی کو اختیار کرنا ضروری ہے

ان واضح تصریحات کے بعد کون عاقل شک کرسکتا ہے کہ شوکانی فقہ زیدیہ کے پیرو تھے آپ نے اہل حدیث ہی کی تمام کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان میں فقہ زیدیہ کی کوئی کتاب نہیں ہے۔

تلامذہ امام شوکانی رح کو تدریس سے خاص شغف تھا۔ عہدہ قضاء کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور تصنیف وتالیف کا بھی۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے آپ نے اپنی کتاب البدر الطالع میں اپنے بہت سے تلامذہ کا ذکر کیا ہے تاہم آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

(۱) علامہ محمد بن نصر الحازمی النجدی (م ۱۲۸۳ھ)

(۲) علامہ عبدالرحمان بن سلیمان الاہدل الزبیدی (م ۱۲۵۰ھ)

(۳) علامہ عبدالرحمان بن احمد البھکلی رح

(۴) علامہ احمد بن محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۸۱ھ)

ہندوستان میں آپ کے تلامذہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ محمد عابد سندھی مدنی (م ۱۲۵۷ھ)
(۲) مولانا عبدالحق بن فضل اللہ بنارسی (م ۱۲۸۶ھ)
(۳) مولانا عبدالحی شہید بڈھانوی بن ہبۃ اللہ بن نور اللہ (م ۱۲۴۳ھ)
(۴) مولانا ولایت علی عظیم آبادی (م ۱۲۶۹ھ)
(۵) مولانا منصور الرحمٰن دہلوی رح

امام شوکانی کے اکثر تلامذہ اپنے تبحر علمی، جلالت قدر کی وجہ سے معروف و مشہور تھے حضرت والاجاہ مولانا سید نواب صدیق حسن صاحب خان قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:۔

شوکانی رح کے اکثر تلامذہ محققانہ اور مجتہدانہ قابلیت رکھتے ہیں۔ مذاہب و مسالک میں کسی کے پابند نہیں رہتے۔ براہ راست کتاب و سنت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور یہ سب امام رح کے تلمذ اور تربیت کی برکت ہے۔

علوم شوکانی رح برصغیر میں:۔

برصغیر میں علوم شوکانی رح کی آمد کی تاریخ اس طرح ہے کہ حضرت سید احمد شہید بریلوی (م ۱۲۴۶ھ) ۱۲۳۷ھ میں ایک قافلے کے ہمراہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ اس قافلہ میں مولانا سید عبدالحی بڈھانوی (م ۱۲۴۳ھ) بھی شامل تھے۔ مکہ معظمہ میں مولانا سید عبدالحی رح نے امام شوکانی رح کا نام سنا۔ مولانا عبدالحی نے امام صاحب سے خط و کتابت کی۔ اور آپ نے ان کی کتاب "الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" طلب فرمائی۔ امام صاحب نے یہ کتاب مولانا عبدالحی کو بھیج دی۔ مولانا عبدالحی جب واپس ہندوستان آئے تو مکہ معظمہ سے امام صاحب کی کتاب "درر بہیہ" بھی ساتھ لائے۔ مولانا عبدالحی نے بذریعہ مکاتبت، سند اجازت بھی حاصل کی، اور ہندوستان واپس آکر مولانا عبدالحی نے امام شوکانی کی بہت تعریف کی، مولانا سید نواب صدیق حسن قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) اپنی کتاب دلیل الطالب میں حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی (م ۱۲۴۳ھ) کے ایک شاگرد مولانا عبداللہ خان کا ایک بیان نقل فرمایا ہے۔ یہ بیان امام شوکانی رح کے بارے میں ہے جو مولانا عبدالحی مرحوم نے دیا!

"در اطراف صنعاء علماء منورع محمد شوکانی رح نام، کہ قریب چند ہزار حدیث از بر دارد وحیا الشی در علم حدیث بآں مرتبہ رسیدہ کہ از سی ۳۰ سال حاکم آں ولایت بآنکہ زیدیہ است۔ انا او را بر منصب قضاء و افتائے آں ملک مقرر داشتہ و او گاہے بر موجب کتب فقہیہ افتاد نہ کردہ بلکہ اکثرے از سوانح کہ بروے عرض مے کنند حدیث در آں باب یاد دارد، فتویٰ بر طبق حدیث مے دہد" (دلیل الطالب ص ۱۷۶۱)

صنعاء یمن کے علاقہ میں ایک پرہیزگار عالم ہیں جن کا اسم گرامی محمد شوکانی ہے ان کو کئی

ہزار احادیث از بر یاد ہیں۔ علم حدیث میں مہارت کا یہ حال ہے کہ ہر فیصلہ حدیث کی روشنی میں کرتے ہیں کتب فقہیہ سے کچھ سروکار نہیں رکھتے تقریباً ۳۰ سال سے وہاں کے قاضی چلے آ رہے ہیں۔ باوجودیکہ وہاں کی حکومت کا مذہب زیدی ہے۔

اس خط سے حضرت والاجاہی یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ کہ برصغیر میں امام شوکانیؒ کے سب سے پہلے شاگرد مولانا عبدالحی ہیں۔ مولانا جاہی کے الفاظ یہ ہیں۔

ازینجا دریافتہ باشی کہ اول کسیکہ از علماء متدین بہند بایں سعادت فائز گشت شیخ عبدالحی مرحوم است۔

(دلیل الطالب ص ۷۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ شوکانی سے تعلق و سند کی سعادت ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی عبدالحی مرحوم کے حصے میں آئی۔

مولانا سید عبدالحی نے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) سے جملہ علوم وفنون میں تکمیل کی تھی۔ اور حضرت شاہ صاحب نے خلافت بھی عطا فرمائی تھی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ کے ذریعہ امام شوکانی کے فیوض ہندوستان پہنچے۔

علوم شوکانی کی وسعت اس طرح ہوئی کہ حضرت مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال کے زمانہ میں یمن کے دو محدث زین العابدین بن محسن الانصاری (م ۱۳۲۴ھ) اور علامہ شیخ حسین بن محسن الانصاری (م ۱۳۲۷ھ) بھوپال آئے۔ شیخ حسین بن محسن الانصاری بہت بڑے محدث، محقق اور ممتاز عالم تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:۔

بھوپال میں شیخ حسین بن محسن کا وجود اور ان کا درس حدیث ایک نعمت خداوندی تھا جس سے ہندوستان اس وقت بلاد مغرب و یمن کا ہمسر بنا ہوا تھا۔ اور اس نے ان جلیل القدر شیوخ حدیث کی یاد تازہ کر دی تھی جو اپنے خداداد حافظہ، علوے سند اور کتب و رجال پر عبور کامل کی بناء پر خود ایک زندہ کتب خانہ کی حیثیت رکھتے تھے شیخ حسین بہ یک واسطہ علامہ محمد بن علی شوکانی صاحب نیل الاوطار کے شاگرد تھے یمن کے جلیل القدر اساتذہ حدیث کے تلمذ و صحبت میں غیر معمولی حافظہ جو اہل عرب کی خصوصیت چلی آ رہی ہے۔ سالہا سال تک درس و تدریس کے مشغلے اور طویل مزاولت اور ان ہی خصوصیات کی بناء پر جن کی ایمان و حکمت کی شہادت احادیث صحیحہ میں موجود ہے حدیث کا فن گویا ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔ اور اس کے دفتر ان کے سینہ میں سما گئے تھے (مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم

ندوۃ العلماء جو شیخ صاحب کے شاگرد تھے۔ راوی ہیں کہ فتح الباری معہ مقدمہ ۱۴ جلد شیخ صاحب کو حفظ تھی) وہ ہندوستان آئے۔ تو علماء و فضلاء (جن میں سے بہت سے صاحب درس و تدریس و صاحب تصانیف بھی تھے) نے پروانہ وار ہجوم کیا اور فن حدیث کی تکمیل کی۔ اوران سے سند لی۔ تلامذہ میں نواب صدیق حسن خان، مولانا محمد بشیر سہوانی، مولانا شمس الحق ڈیانوی ، مولانا عبداللہ غازی پوری مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا سلامت اللہ جے راجپوری، مولانا وحید الزمان حیدر آبادی، علامہ محمد طیب مکی، شیخ ابوالخیر احمد مکی۔ شیخ اسحاق بن عبدالرحمان نجدی۔ اور مولانا سید عبدالحی الحسنی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(حیات عبدالحی ص ۶۳)

مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف مدظلہ العالی لکھتے ہیں!

حضرت نواب صاحب اور شیخ حسین کی مساعی سے ہندوستان میں علامہ شوکانی رح کی تصانیف اور ان کے مضامین کی اشاعت ہوئی۔ جن سے ہندوستان کی علمی دنیا اس وقت مستفیض ہو رہی ہے۔ اور ہندوستان کی علمی دنیا میں ہر حدیث اس کے ماخوذ اور رجال سند کی تحقیق و تنقید کے بعد ہی قبول کی جاتی ہے۔

اخلاق و عادات امام شوکانی رح کے اخلاق و عادات سے متعلق حضرت نواب صدیق حسن خان مرحوم لکھتے ہیں:۔

نشاء على العفاف والطهارة و ما زال يجمع الحسنات ويحوز المكرمات

عفت و پاکیزگی پر آپ کی نشو و نما ہوئی فضائل و مناقب کے جامع تھے۔

اور خود اپنے حالات میں لکھتے ہیں!

وكان منجمعا عن الدنيا لم يقف بباب الامير ولا قاض ولا صحب احدا من اهل الدنيا ولا خضع لطلب من مطالبها بل كان مشتغلا في جميع اوقاته بالعلم درسا و تدريسا (البدر الطالع ج ۲ ص ۲۲۴)

دنیا پرست لوگوں سے بالکل الگ تھلگ کسی قاضی رئیس کے ہاں نہیں گیا۔ نہ کسی مطلب کے لئے کسی دنیا دار کی خوشامد کی۔ بلکہ سارا وقت علمی شغل میں صرف ہوا۔ فتویٰ نویسی اور تدریس پر کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔

حضرت والاجاہی لکھتے ہیں کہ اگر آپ کو کوئی مجبور کرتا تو فرماتے!

انا اخذت العلم بلا ثمن فاريد انفاقه كذلك (اتحاف النبلاء ص ۳۹۰

میں نے علم بلاقیمت حاصل کیا ہے ایسے ہی بلاقیمت خرچ کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت نواب صاحب مرحوم یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام شوکانیؒ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے (تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار ص ۸۳)

تصانیف امام شوکانیؒ کے علمی تبحر اور وسعت علم کا اندازہ ان کی تصانیف سے ہوتا ہے۔ آپ نے جملہ علوم و فنون یعنی تفسیر، حدیث، فقہ حدیث، فقہ اصول فقہ و متعلقاتہا، توحید و عقائد علم الاسناد لغت معانی، اشتقاق، تاریخ پر کتابیں لکھی ہیں مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف نے اپنے مقالہ امام شوکانیؒ میں ان کی ۱۲۷ کتابوں کے نام گنوائے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ تفسیر ———— ۵
۲۔ حدیث و فقہ حدیث ———— ۱۴
۳۔ فقہ ———— ۷۴
۴۔ توحید و عقائد ———— ۱۵
۵۔ اصول فقہ و متعلقاتہا ———— ۴
۶۔ علم الاسناد ———— ۳
۷۔ لغت، معانی، اشتقاق ———— ۴
۸۔ عام اصلاحی تصانیف ———— ۳
۹۔ تاریخ ———— ۲
۱۰۔ متفرق ———— ۳

میزان ۱۲۷

حضرت مولانا نواب صدیق حسن خاں مرحوم و مغفور نے آپ کے فتاویٰ کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس کا نام الفتح الربانیؒ فی فتاویٰ الامام شوکانیؒ ہے (ابجد العلوم) اس طرح امام صاحب کی تصانیف ۱۲۸ ہو جاتی ہیں۔

امام صاحب کی تمام تصانیف علم کا ایک گرانقدر خزانہ ہیں۔ ایک کتاب دوسری کتاب سے بڑھ کر ہے۔ تاہم آپ کی چند ایک مشہور تصانیف یہ ہیں۔

(۱) فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من التفسیر (تفسیر) مطبوع
(۲) نیل الاوطار شرح منتقی (فقہ حدیث) مطبوع
(۳) درر بہیہ (فقہ حدیث) مطبوع

(۴) الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ (حدیث) مطبوع

(۵) التوضیح فیما جاء فی المنتظر والمسیح (اس رسالہ میں امام مہدی کے بارہ میں ۵۰، مسیح دجال کے بارے میں ۱۰۰ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں ۲۹ احادیث درج کی ہیں (غیر مطبوع)

(۶) ارشاد السائل الی دلیل المسائل (فقہ) مطبوع

(۷) شرح الصدور فی تحریم رفع القبور (فقہ) مطبوع

(۸) وبل الغمام حاشیہ شفاء الدوام (فقہ) مولانا سید نواب صدیق حسن خان مرحوم نے عرف الجادی من جنان ہدی الہادی، بزبان فارسی اس کا خلاصہ کر دیا ہے (مطبوع)

(۹) السیل الجرار المتدفق علی حدائق الازہار (یہ آپ کی سب سے آخری تصنیف ہے) حضرت نواب صاحب مرحوم ومغفور نے بدور الاہلہ من ربط المسائل بالادلہ۔ بزبان فارسی میں اس تلخیص کر دی ہے (مطبوع)

(۱۰) الدر النضید فی اخلاص کلمۃ التوحید (توحید) مطبوع

(۱۱) التحف الی مذاہب السلف (عقائد) مطبوع

(۱۲) ارشاد الغبی الی مذہب اہل بیت النبی ﷺ (عقائد) غیر مطبوع

(۱۳) ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول (اصول فقہ) مطبوع

(۱۴) القول المفید فی الاجتہاد والتقلید (اصول فقہ) مطبوع

(۱۵) اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر (علم الاسناد) مطبوع

(۱۶) ادب الطلب ومنتہی الارب (علم کے فوائد تعلم اور انتفاع کے طریقے طلباء اور علماء کے لئے راہ عمل (مطبوع)

(۱۷) البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع (تاریخ) مطبوع

وفات امام صاحب نے ۷۷ سال کی عمر میں ۱۲۵۰ھ میں صنعاء یمن میں انتقال فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔